# نقدِ قادیانیت میں پیر مہر علی شاہ کا اسلوب : "سیفِ چشتیائی" کا اختصاصی مطالعہ

## (*Pīr Mehr Alī Shah* on Critical Examination of *Qādiāniat*: A Study of "*Saif-e-Chishtiyā'ī*")

*Hafiz Fareed ud Din

** Dr. Muhammad Shahid

***Dr. Muhammad Kashif Sheikh

## Abstract

Over the past century, various scholars and writers have worked on the critique and analysis of *Qādiānī* thought and ideology in the Indian subcontinent. One of these eminent scholars is *Pīr Mehr Alī Shāh Golarvī* (1859-1937), a well-known spiritual figure of the subcontinent. In his writings and speeches, *Golarvī* took a hard look at the thoughts and ideas of *Mirza Ghulām Ahmad Qādiānī* (1855-1908) and his followers. This article studies *Pīr Sāhib's* critique on Qādiānism with reference to his book *Saif-e- Chishtiā'ī* , written in response to *Qādiāni's A'jāz al-Masīh* and *Mawlvī Ahsan Amrohī's Shams-e-Bāzigha*. The study reveals that the writer, by adopting lexical, grammatical, syntactic, logical, allegorical and research style of reasoning, successfully responded the objections of the opponents. He has refuted the arguments of the Qādiānis with their own arguments.

**Key Words:** Qādiānī, *criticism, Pīr Meh Alī Shāh, Saif-e- Chishtiā'ī*

* PhD Scholar Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur, Bahawalpur

** Assistant Professor, Department of Ḥadiṭh Sciences, AIOU, Islamabad

***Assistant Professor of Islamic Studies, Riphah International University, Islamabad

گذشتہ ایک صدی کے دوران میں برصغیر پاک وہند میں قادیانی فکر و نظریات کے نقد و تجزیے پر مختلف اہلِ علم و قلم نے کام کیا ہے۔ان اہلِ علم میں ایک معروف نام برصغیر کی معروف روحانی شخصیت پیر مہر علی شاہ گولڑوی (1859ء-1937ء) کا ہے۔[1] پیر مہر علی شاہ نے اپنی تحریر و تقریر میں مرزا غلام احمد قادیانی (1855ء-1908ء)[2] اور ان کے پیروکاروں کے افکار و نظریات پر سخت گرفت کی۔ اس ضمن میں پیر صاحب کے علمی کام میں سے ان کی کتاب "سیفِ چشتیائی یعنے حجۃ اللہ البالغۃ علی الشمّس البازغۃ و اصلاح الفصیح لاعجاز المسیح" نہایت نمایاں مقام کی حامل ہے۔اس مضمون میں نقدِ قادیانیت کے حوالے سے پیر صاحب کے اسلوب و منہج کا مطالعہ اسی تصنیف کی روشنی میں کرنے کی سعی کی گئی ہے۔

## سیفِ چشتیائی: ایک تعارف

[1] پیر صاحب روحانیت کے ساتھ ساتھ علمی و کلامی مباحث میں غیر معمولی اہلیت رکھتے تھے۔آپ کی تعلیم روایتی طرز پر ہوئی؛ چار برس کی عمر میں خانقاہ گولڑہ شریف کے درس میں قرآن مجید حفظ کرنا شروع کیا؛ عربی فارسی اور صرف نحو کی تعلیم مولوی غلام محی الدین جو کہ علاقہ پکھی (ہزارہ) کے رہنے والے تھے، سے حاصل کی۔ سات برس کی عمر میں علوم متداولہ کی تعلیم کا آغاز مولانا محمد شفیع قریشی کے پاس کیا۔ ابتدائی کتب کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد سر گودھا کے علاقہ انگہ کے درس میں شمولیت اختیار کی اور عرصہ اڑھائی سال تک وہیں مقیم رہے۔ پندرہ برس کی عمر میں تفسیر، حدیث اور فقہ کی تعلیم کے لیئے ہندوستان کا سفر کیا۔ علی گڑھ میں عرصہ اڑھائی سال تک مولانا لطف اللہ علی گڑھی اور مولانا احمد علی سہارنپوری سے تعلیم اور خواجہ شمس الدین سیالوی سے خلافت حاصل کی ۔[1] تقریباً بیس برس کی عمر میں علوم رسمیہ و متداولہ کی تکمیل کے بعد 1878ء میں اپنے وطن واپس تشریف لائے اور 1882ء تک ہمہ تن تعلیم وتدریس میں مشغول ہو گئے۔آپ کے تلامذہ میں مولوی دوست محمد سکنہ چکوال، سید ممتاز علی شاہ سکنہ پونچھ، مولوی فقیر محمد سکنہ فتح جنگ، مولوی حضرت پیر سکنہ کھنگر ضلع ہزارہ، مولانا احمد دین سکنہ بھوئی اور مولوی قائم علی چشتی فاضل لاہور وغیرہ ہیں۔آپ نے مدعی مسیحیت و نبوت مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف کامیاب قلمی اور لسانی جہاد کیا۔اس محاذ پر مسلمانوں کے تمام مکاتیب فکر کی جانب سے متفقہ طور پر قائد تسلیم کیے گئے اور آپ کی تصانیف (ہدیۃ الرسول، شمس الہدایۃ فی اثبات حیات المسیح اور سیف چشتیائی) تردید مرزائیت میں بے نظیر و لاجواب قرار دی گئیں۔آپ کے جنازے میں لاکھوں افراد بلا تفریق مسلک حتیٰ کہ عیسائی، سکھ اور ہندو بھی شریک ہوئے؛ وہ کہتے تھے آپ "جگت گرو" ہیں۔(دیکھیے: فیض، فیض احمد، مہر منیر،(لاہور: پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز،1973ء)،70،88،،338129وغیرہ۔)

[2] مرزا غلام احمد قادیانی بھارتی صوبہ پنجاب کے ضلع گورداسپور کے ایک گاؤں قادیان سے تعلق رکھتے تھے۔۔دیگر مذاہب کے ساتھ مناظرے کرتے کرتے مدعی الہام اور مناظر اسلام کی شہرت پائی،جس کی بناپر محدث، مجدد، مہدی، مثیل مسیح، مسیح موعود،ظلی نبی، بروزی نبی ہونے کے دعوے کر دیے اور آخر کار مستقل صاحب شریعت نبی ہونے کا دعوی کر دیا۔

مناظرہ لاہور مورخہ 25 اگست 1900ء سے ناکامی کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی نے اعلان کیا کہ وہ سورۃ فاتحہ کی تفسیر لکھ رہے ہیں۔ اس اعلان کے ستر دن بعد "اعجاز المسیح "کے نام سے سورۃ فاتحہ پر اپنی تفسیر شائع کی، جس میں لکھا کہ یوم الدین سے مراد مسیح موعود کا زمانہ ہے۔ مرزا صاحب نے اپنے معتقد مولوی محمد احسن امروہی کو، جو تنخواہ کی تخفیف کے باعث ناراض ہو کر امروہہ چلے گئے تھے، واپس بلوایا اور کوئی ایک سال کے عرصے میں پیر صاحب کی کتاب "شمس الہدایت "کے جواب میں شمسِ بازغہ لکھوائی۔ حضرت پیر صاحب نے مرزائیوں کی ان دو کتابوں کے رد میں شہرہ آفاق کتاب "سیفِ چشتیائی یعنے حجۃ اللہ البالغۃ علی الشّمس البازغۃ و اصلاح الفصیح لاعجاز المسیح" تصنیف فرمائی، جو 1902ء میں شائع ہو کر برصغیر کے علما و مشائخ میں مفت تقسیم کی گئی۔ اس کتاب میں حیات مسیح علیہ السلام کو ثابت کیا گیا اور ختم نبوت کے منکرین کی تردید کی گئی ہے۔ قوتِ استدلال اور طرزِ بیان کے لحاظ سے یہ کتاب اس موضوع پر بے نظیر ہے، ہر مکتب فکر کے جید علما اس بات پر متفق ہیں کہ قادیانیت کی تردید میں اس سے بڑھ کر کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ چنانچہ شیخ الحدیث علامہ سید انور شاہ کشمیری نے اپنی کتاب "عقیدۃ الاسلام فی حیٰوۃ عیسیٰ علیہ السلام "کے دیباچہ میں "سیف چشتیائی " کو مسئلہ حیات مسیح و ختم نبوت پر ایک بہترین اور کافی ووافی تحریر قرار دیا۔ کتاب کی وجہِ تالیف سے متعلق کتاب کے شروع میں پیر صاحب نے لکھا ہے کہ مجھے تصنیف و تالیف کا شوق نہیں کیونکہ یہ امور یا تو بغرض شہرت و نام آوری یا بغرض حصول دولت کیے جاتے ہیں۔ سواِس خاکسار کو ان دونوں امور سے نفرت ہے۔ رسالہ شمس الہدایت اور سیف چشتیائی کی اصلِ غرض یہ تھی کہ اعلائے کلمۃ الحق میں کوتاہی نہ ہو اور قیامت میں بازپرس سے بچ جاؤں۔ اگر ان اوراق کی تصنیف سے گم کردہ راہ، رُوبراہ آجائیں یا متزلزل الاعتقاد گمراہ ہونے سے بچ جاویں تو عند اللہ مستحق ثواب ٹھہروں۔

## سیفِ چشتیائی کا منہج و اُسلوب

سیفِ چشتیائی میں پیر صاحب نے مرزا غلام احمد قادیانی کی تفسیر سورۃ فاتحہ یعنی "اعجاز المسیح" پر صرف و نحو، لغت، بلاغت، معانی، محاورہ کی غلطیاں، سرقہ، تحریف اور التباس کے ایک سو اعتراضات فرمائے ہیں۔ صرف مقامات حریری سے بیس مسروقہ عبارات کی نشان دہی کی گئی ہے۔ اسی طرح آپ نے "شمس بازغہ "کے صفحہ بہ صفحہ اندراجات کے ترتیب کے ساتھ امروہی صاحب کے اعتراضات کے جوابات دیے ہیں۔ مناظرانہ طرز پر لکھی گئی اس کتاب میں نادر استدلال، بلند پایہ علمی مضامین اور مسئلہ زیر بحث پر سوال و جواب کے پیرایہ میں واضح و دلنشین انداز اور تجزیہ کا اُسلوب اپنایا گیا ہے۔ ذیل میں اس اُسلوب و منہج کی انتہائی اختصار اور جامعیت کے پیش نظر ایک ایک مثال سے وضاحت کی گئی ہے:

## مخالف کی متعلقہ موضوع سے لاعلمی کو محکم دلیل سے نمایاں کرنا

سیف چشتیائی کی غرض و غایت اور منہج کی وضاحت ایک اور جگہ پر اس طرح کرتے ہیں کہ "ایھا الناظرون ! محرر سطور کو اس تحریر میں اس کے صرف چند جہالات کو جو متعلق جواب کے ہیں، ظاہر کرنا منظور ہے۔ ورنہ کوئی فقرہ اس (شمس بازغہ) کا علاوہ بطلان مضمون کے مخالفت مصطلحاتِ علوم آلیہ سے خالی نہیں۔ اور یہ بھی ناظرین کو معلوم ہو کہ ہم

امروہی صاحب کی لافوں کی طرف جن سے اُن کی کتاب کے صفحوں کے صفحے بھرے ہیں متوجہ ہو کر تضیع اوقات نہ کریں گے بلکہ " من حسن اسلام المرء ترکہ مالایعنیہ کے مطابق ہمارا مختصر سا مضمون اس کے صفحاتِ لاف آمودہ کا جواب ہو گا۔ غرض تو صرف اسی قدر ہے کہ امروہی صاحب کا فخر و ناز و سرور، اِن اغلوطات پر جو اُس نے لکھے ہیں، جاتا رہے۔ ہاں بعض جگہ مطاعن آمودہ اشعار و فقرات اس کے بالقلب اسی پر وارد کیے جائیں گے۔"[3]

شعر اشدّ الغم عندی فی السرور تیقّن عنہُ صاحبہ انتقالاً

**معارضہ بالقلب**

فریق مخالف نے جن مصادر سے اپنے دعوی کو ثابت کرنے کے لیے جو دلائل دیے ہیں پیر صاحب نے انھی مصادر اور اُنھی کے دلائل کا بالقلب ورود فرمایا ہے۔ حضرت الشیخ الجامع غلام محمد گھوٹوی اپنی ایک قلمی یادداشت میں لکھتے ہیں کہ "حضرت پیر مہر علی شاہؒ کی ذہانت کا کیا کہنا۔ مناظرہ اور اسکات خصم میں اس قدر کمال تھا کہ مناظرین کے سوال و اعتراض سے جواب نکالا کرتے اور اُن کی اپنی کلام و دلیل سے اُنھیں الزام دیا کرتے۔[4] قادیانیوں کی چالاکی اور دجل فریبی یہ ہے کہ جب اُن سے کچھ نہ بن پا رہا ہو تو پینترہ بدل لیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔ قادیانیت صراصر کذب بیانی، جادو لسانی، تحریفاتِ آیاتِ قرآنی، حدیث کے استنباط لایعنی اور جھوٹے الہام و کشف رانی کا پلندہ ہے۔ قادیانی اگر قرآن سے دلیل دیں تو قرآن سے، حدیث سے دیں تو حدیث سے، اُصول و معانی اور بلاغت سے استدلال کریں تو اُصول و معانی اور بلاغت سے، فقہ واُصول فقہ سے استنباط کریں تو فقہ و اُصول فقہ سے، لغوی انداز اپنائیں تو لغت سے، منطقی طرز اختیار کریں تو منطق سے، اسرائیلیات سے استشہاد پکڑیں تو اسرائیلیات سے، عقل کے گھوڑے دوڑائیں تو عقل سے، لغویات و ہفوات سے کام لیں تو خاموشی سے، امام سیوطی اور شیخ ابن عربی کے کشف سے اپنے الہام و کشف کی تائید کریں تو ابن عربی کے کشف سے، اُن کی پیشین گوئی کا اُنھی کی پیشین گوئی سے، الغرض اُن کی اپنی دلیل سے ہی اُن کی ایسی تردید فرماتے ہیں کہ فریق مخالف کو کہیں بھاگنے کا موقع نہیں دیتے۔[5]

**مطاعن آمودہ اشعار اور جملوں کا بالقلب ورود**

پیر صاحب نے سیف چشتیائی کے منہج کی وضاحت میں فرمایا کہ مرزائیوں کی بعض جہالت آموز باتوں کا جواب دینے میں اپنے وقت کی تضیع نہیں کریں گے، مگر ان کے مطاعن آمودہ اشعار و فقرات کا بالقلب ورود کریں گے۔ طرفین کی جانب سے اشعار کا استعمال کیا گیا ہے۔ اس کی ایک مثال لے لیتے ہیں۔ امروہی صاحب کہتے ہیں کہ حضرت اقدس (مرزا قادیانی) فرماتے ہیں کہ:

---

[3] پیر مہر علی شاہ، سیف چشتیائی (لاہور: پرنٹنگ پروفیشنلز، 2004ء)، 91۔

[4] فیض، مہر منیر، 432۔

[5] فیض، مہر منیر، 432۔

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت اُس بے نشاں کی چہرہ نمائی یہی تو ہے
جس بات کو کہے کہ کروں گا میں ضرور ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

پیر صاحب کی طرف سے ان اشعار کا بالقلب ورود کچھ اس طرح سے ہوا:

منکوحہ آسمانی و آتھم کی موت میں حق نے نہ کچھ کہا ہے صفائی یہی تو ہے
جس بات کو کہے کہ کروں گا میں یہ ضرور ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

اسی طرح فریق مخالف کے مطاعن آمودہ فقرات کا بھی بالقلب ورود فرماتے ہیں۔ مثلاً امروہی صاحب کے الفاظ "خواہ مؤلف کی عبارات اور الفاظ بے محاورہ اور غیر لائقہ ہی ہوں ہم بھی وہی الفاظ نقل کر دیتے ہیں تاکہ طریق معارضہ بالقلب سے جو جواب دندان شکن ہوتا ہے، مؤلف پر حجت ہو جاوے۔"[6] کے جواب میں پیر صاحب ان مطاعن آمودہ فقرات کا بالقلب ورود اس انداز سے کرتے ہیں: "امروہی صاحب کے الفاظ و عبارات بے محاورہ بلکہ دالہ بر معنی غیر مراد، جن کی اصلاح اس کتاب میں کی جاتی ہے، پبلک پر ظاہر ہو گئی ہے اور ہوتی جائیں گی۔ آپ کے مضامین کی غلطیاں اس قدر تھوڑی نہیں کہ ہم کو ایک جگہ دم لینے دیں تاکہ ہم آپ کی عبارات کی اصلاح کرتے چلیں۔ خود غلط، املا غلط، انشا غلط کا معاملہ ہے۔ جواب دندان شکن تو بجائے خود رہا ابھی تک تو دندان لگن بھی عطا نہیں فرمایا۔ اور یاد رکھو کہ ہر گز نہ دے سکو گے۔"[7] اسی طرح ایک اور جگہ امروہی صاحب شمس الہدایت کی عبارت (یا مسیح کے مصلوب ہونے میں پہلے اناجیل اربعہ سے کام لے کر الی قولہ منحرف نہیں ہوئے؟) پر لکھتے ہیں لعنة الله على الكاذبين۔[8] اس کے جواب میں پیر صاحب اپنی عبارت مذکورہ کو دلائل سے ثابت کر کے فرماتے ہیں کہ "ہم مفتری کاذب پر لعنة الله على الكاذبين کہنے کا استحقاق رکھتے ہیں، لیکن ہم ترکی بہ ترکی لعنت نہیں دیتے، بلکہ کہتے ہیں يغفر الله للخاطئين۔"[9]

**تخاطب میں نازیبا الفاظ سے گریز**

پیر صاحب مکالمہ و مناظرہ کے دوران فریق مخالف کے عزت واحترام کو ملحوظ خاطر رکھتے ہیں۔ نازیبا و نامناسب زبان کے استعمال سے پرہیز کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ مرزا قادیانی کی سخت و کمینی زبان کے جواب میں بھی اس کو مرزا صاحب کہہ کر مخاطب کرتے۔ اختلاف میں اگر ہزار میں سے ایک پہلو بھی موافق موجود ہوتا تو مخالف کی نیت پر شبہ کرنے سے منع فرماتے ہیں۔ اختلافی مسائل میں وسعتِ نظری سے کام لیتے تھے۔ علم الکلام کے اختلافی مسائل پر آپ عموماً صوفیائے محققین کی روشنی میں تشدد اور تعصب کی جگہ وسعت نظری سے کام لیتے ہوئے وہی راہ اختیار کی جو قرآن وسنت کے زیادہ

---

[6] مولوی احسن امروہی، شمس بازغہ (قادیان: احمدیہ دار الامان پریس)، 51۔

[7] پیر مہر علی شاہ، سیف چشتیائی، 131۔

[8] امروہی، شمس بازغہ، 151۔

[9] پیر مہر علی شاہ، سیف چشتیائی، 189۔

اقرب ہے۔ اسی طرح اسلامی مکاتیبِ فکر کے اختلافی مسائل پر اپنا مسلک تقریر و تحریر اور تالیفات کے ذریعہ واضح فرماتے رہے لیکن فروعی مسائل میں اختلاف کی بنا پر باہمی کشمکش بالکل ناپسند تھی۔ البتہ امروہی صاحب کی کم فہمی اور تحریفات قرآن وحدیث پر آپ نے طنزیہ کلمات اور شدت بھی اختیار کی ہے۔ مثلاً "کاش شمس الہدایت کسی عالم سے سبقاً پڑھ لی ہوتی۔"[10] "سبحان اللہ نقل استدلال واستنباط دونوں ماشاء اللہ صداقت اور لیاقت سے مالا مال ہیں۔"[11]

### منطقی طرزِ استدلال

رفعِ مسیح کی بحث میں امروہی نے لکھا "پس اس عرفیہ عامہ کو آپ مطلقہ عامہ کیونکر بنا سکتے ہیں۔ کیونکہ یہ قضیہ کہ (جس جگہ پر رفع الی اللہ مع اوصاف مذکورہ کے ہو، اس جگہ معنی رفعت کے ہی ہوں گے بالدوام) قضیہ عرفیہ عامہ ہے نہ کہ مطلقہ عامہ۔" پیر صاحب اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ "سنیئے حضرت قضیہ یہاں پر یہ ہے الرفع المستعمل بالی یدل علی رفع المنزلۃ یا یوں کہیے الرفعہ المستعمل بالی یرادمنہ رفع المنزلۃ۔ یعنی لفظ "رفع" جس کا صلہ "الیٰ" ہو، دلالت کرتا ہے رفع منزلت پر۔ ادنیٰ طالب علم بھی جانتا ہے کہ قضیہ مذکورہ الرفع المستعمل بالی یدل علی رفع المنزلۃ مطلقہ عامہ ہے نہ کہ عرفیہ عامہ۔ قبطی پڑھنے والے طلبہ، دیکھو حضرت امروہی صاحب کا نرالا منطق کہ اس جگہ پر دائمہ مطلقہ کو عرفیہ عامہ بنا رہے ہیں۔"[12] یوں یہاں پیر صاحب نے منطقی استدلال کیا ہے کہ مطلقہ عامہ اسی قضیہ سے عبارت ہوتا ہے، جس میں حکم بالثبوت یا بالسلب فی وقت من اوقات وجود الذات کیا جائے۔ اس بحث کا موضوع "رفع" ہے جو مستعمل بہ کلمہ "الیٰ" ہے۔

### تمثیلی طرزِ استدلال

بعض اوقات پیر صاحب کوئی مضمون مثال دے کر سمجھاتے ہیں۔ مثلاً لکھتے ہیں: "جاننا چاہیے کہ ولی کے منکر کو کافر نہیں کہا جاتا، جیسا کہ تصدیق بولایت کو ایمان نہیں کہتے۔ ورنہ آمنت باالله وملئکتہٖ وکتبہ ورسلہٖ واولیائہٖ الخ ایمانی طور پر ہر مؤمن کو ماننا لازمی ہوتا۔ قادیانی کا یہ کہنا کہ "میں ظلی طور پر نبی و رسول ہوں اور میرا ماننا ہر مسلمان پر ضروری ہے" اس کو ایک تمثیل عام فہم کے پیرایہ میں سمجھنا چاہیے۔ مثلاً زید کہتا ہے کہ میں فقیر مسکین ہوں اور میرا نافرمان مستوجب سزا ہے اور قید کیا جاوے گا۔ کیا زید کو بسبب دوسرے فقرہ دعویٰ کے مدعی سلطنت وحکومت کا خیال نہ کیا جاوے گا۔ اہل عقل پر ظاہر ہے کہ زید فی الحقیقت قول مذکور سے بادشاہی دعویٰ کر رہا ہے۔ اور (میں مسکین ہوں) کے فقرہ کو سپر بنا رکھا ہے۔ ایسا ہی قادیانی صاحب بھی فنا فی الرسول اور بروز وظلیت کی آڑ میں مطاعن سے بچنا چاہتے ہیں۔ فی الواقع مطلب اس کا دوسرے فقرے سے متعلق ہے، جو خاصہ لازمہ انبیاء علیہم السلام کے لیے سمجھا گیا ہے۔"[13] اس مثال سے پیر صاحب نے

---

[10] پیر مہر علی شاہ، سیف چشتیائی، 122۔

[11] پیر مہر علی شاہ، سیف چشتیائی، 124۔

[12] پیر مہر علی شاہ، سیف چشتیائی، 119-120۔

[13] پیر مہر علی شاہ، سیف چشتیائی، 16-17۔

مرزا صاحب کے نبوتِ مستقلہ کے دعویٰ کو ایک مثال سے سمجھایا ہے کہ اگر ظلی طور پر نبی و رسول کا لقب متبع نبی کو عطا ہو سکتا اور فنا فی الرسول کا مقام رکھنے والے کے لیے جائز ہوتا تو اس کے سب سے زیادہ مستحق مہاجرین وانصار (رضوان اللہ علیہم اجمعین) تھے جن کا ذکر قرآن وسنت موجود ہے اور جن میں اقویٰ اور اعلیٰ موجباتِ تشبہ بالنبی ﷺ کے قوت عاقلہ وعاملہ دونوں کی جہت سے موجود تھیں، وہ تو "نبی اور رسول" کے لقب سے محروم کیے جائیں اور تیرہ سو سال بعد ایک شخص جو کے قوت عاقلہ عاملہ دونوں سے محروم ہو وہ "نبی اور رسول" کا لقب حاصل کرلے۔ لہٰذا یہ لقب کسی کے لیے بھی جائز نہیں۔

**اُصول ومعانی اور لغوی استدلال**

قادیانیوں کی ایک دلیل (مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ [14]) کے متعلق مرزا صاحب مع اتباع کے واہی اعتراض کا خلاصہ یہ ہے کہ "مُتَوَفِّيْكَ لفظ جو پہلے ہے اُس کا معنی پیچھے کیوں لیا جاتا ہے۔ کہیں اس تاخیر کو تحریف یہود بتلایا ہے، کہیں فعل شیطانی کہا ہے"۔ پیر صاحب اس کی تردید فرماتے ہیں کہ: "ناظرین کتب اصول ومعانی کو ملاحظہ فرمایئے کہ واؤ کا حرف ترتیب کے لیے نہیں ہوتا۔ یعنی یہ ضروری نہیں کہ جو پہلے ذکر کیا جاوے واقعہ میں اس کا موجود ہونا بھی پہلے ہی ضروری ہو۔ دیکھو وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ [15] اس آیت میں پہلے نماز کا ذکر ہے بعد اُس کے دفع شرک کا۔ تو بقول مرزا صاحب چاہیے کہ نماز پہلے ادا کرے اور اس کے بعد شرک چھوڑے۔ اگر پہلے شرک چھوڑدے گا تو حسبِ اجتہاد مرزا صاحب قرآن کے برخلاف ہوگا۔" [16] یہاں پیر صاحب نے قادیانیوں کے اس زعم باطل کی تردید کی ہے جس میں وہ حضرت مسیح علیہ السلام کی موت کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ میں واؤ کو ترتیب کے لیے لانے کی غلطی کرتے ہیں۔ کیونکہ اُن کا مقصد حضرت مسیح علیہ السلام کی موت کو ثابت کرنا ہے، اس لیے اُن کے نزدیک پہلے موت آئی پھر رفع درجات ہوئے۔ جب کہ اہل اسلام کا قرآن وحدیث کی روشنی میں اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام زندہ آسمان پر اُٹھائے گئے ہیں۔ پیر صاحب نے وضاحت فرمائی کہ واؤ محض جمعیت یعنی دو امور کے متحقق ہونے پر دلالت کرتی ہے، تو مُتَوَفِّيْكَ کے معنی وَرَافِعُكَ سے پیچھے موجود ہونے میں کون سی قباحت اور تحریف ہوگی۔ اسی طرح حیات عیسیٰؑ کی بحث میں آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ [17] کے حوالے سے مرزا صاحب اپنے مکتوب عربی وغیرہ تصانیف میں چیلنج کرتے ہیں کہ "تم اگر حسرت سے مر بھی جاؤ تو بھی توفی کا معنی بغیر موت کے نہ بتا سکو گے۔" پیر صاحب اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ "لیجے صاحب توفی کے معانی کتب لغت سے: (i)۔ایک چیز کو بالتمام پکڑنا: توفيت المال منه واستوفيته اذا اخذته كله۔[18] (ii) ۔ گنتی

---

[14] آل عمران 3:55۔

[15] الروم 30:31۔

[16] پیر مہر علی شاہ، سیف چشتیائی، 127۔

[17] المائدۃ 5:117

[18] محمد بن مکرم بن علی ابو الفضل جمال الدین ابن منظور الافریقی، لسان العرب، (بیروت: دار لکتب العلمیہ)، 15:400۔

پوری کرنا:توفیت عدد القوم اذا عددتهم کلہم وم ذالک قوله عزوجل الله یتوفی الانفس حین موتها ای یستوفی عدداٰجالهم فی الدنیا وقیل یستوفی تمام عددهم الی یوم القیٰمة واما توفی النائم فهو استیفاء وقت عقله وتمیزه الی ان نام۔[19] اور صاحب تاج العروس نے اس کی شہادت یوں دی ہے۔ ان بنی الادر دلیسوا ما احدولا توفٰهم قریش فی العدد۔ای لا تجعلهم قریش تمام عددهم ولا تستو فی بهم عددهم۔[20] (iii)۔سوال کرنا:قال الزجاج فی قوله تعالیٰ حتی اذا جاءتهم رسلنا یتوفونهم[21] ای،سالوهم ملائکة الموت عند المعاینة فیعترفون عن موتهم انهم کانوا کافرین۔[22] (iv) ۔عذاب دینا :قال الزجاج ویجوز ان یکون حتی اذا جاءتهم ملائکة العذاب یتوفونهم عذاً وهذا کما تقول قد قتلت فلانا بالعذاب وان لم یمت ودلیل[23] هذا القول قوله تعالیٰ ویاتیه الموت من کل مکان وماهو بمیت۔[24] آیت وَہُوَالَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ[25] کے ضمن میں مجمع البحار میں ہے ای ینیمکم ۔ اس آیت کریمہ میں بعینہٖ مرزا صاحب کے سوال کا جواب موجود ہے کیونکہ فاعل اللہ تعالیٰ ہے اور مفعول ذی الروح انسان حالانکہ موت کا معنی مراد نہیں اسی آیت اَللّٰہُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِہَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِہَا۔[26] میں بھی بلکہ بمعنی قبض کے ہے۔"[27] پیر صاحب نے لغت کے اعتبار سے مرزا صاحب کے چیلنج کا بھرپور جواب دیا ہے اور توفی کے معنی کی وضاحت لغت کی کتب سے فرمائی ہے۔مذکورہ قرآنی آیات سے مکمل طور پر وضاحت ہو جاتی ہے کہ توفی اور چیز ہے، موت اور چیز ہے اور نیند اور چیز ہے۔

**قواعد نحویہ سے استدلال**

امروہی صاحب آیت وَمَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ وَلٰكِنْ شُبِّہَ لَہُمْ[28] کے متعلق لکھتے ہیں کہ "مگر اس صورت میں استدراک جو مقتضائے حرف لکن کا ہے کب ٹھیک ہوتا ہے کیونکہ لکن کے سابق میں کہاں مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے شبیہ مقتول

---

[19] الافریقی، لسان العرب، 15:400۔

[20] محمد بن محمد بن عبد الرزاق المرتضی الزبیدی،، تاج العروس من جواہر القاموس، (بیروت: دار لکتب العلمیہ)، 20:105۔

[21] الاعراف 7:37۔

[22] الافریقی، لسان العرب، 15:400۔

[23] الزبیدی، تاج العروس، 20:103۔

[24] ابراھیم 14:17 ۔

[25] الانعام 6:60۔

[26] الزمر 42:39۔

[27] پیر مہر علی شاہ، سیف چشتیائی، 114۔

[28] النساء 4:157۔

بالصلیب ہوئے۔ جس سے یہ وہم پیدا ہو تا کہ خود حضرت عیسیٰؑ مقتول بالصلیب ہو گئے ہیں۔ پھر لکن کے ساتھ کون سا وہم ناشئ عن الکلام دفع کیا گیا؟" پیر صاحب حرف لکن کے حوالے سے نحوی استدلال کرتے ہوئے جواب دیتے ہی کہ: "دماغ کے فساد کا معالجہ کرواکر بعد ازاں تفسیر لکھیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ (کے سابق میں کہاں مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے شبیہ مقتول بالصلیب ہوئے)۔ خدا کے بندے یہ مضمون کہ حضرت عیسیٰؑ کے شبیہ مقتول بالصلیب ہوئے یہ تو مدخول حرف لکن کا ہے جس سے دفع وہم ناشئ عن الکلام السابق کا کیا گیا ہے۔ اگر یہ دفعیہ پہلے مذکور ہو تو پھر وہم بھی قبل از لکن مدفوع ہو جاوے۔ ہدایۃ النحو پڑھنے والے بھی جانتے ہیں کہ حرف لکن کے استعمال میں چار چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ ایک کلام سابق۔ دوسرا وہم ناشئ عنہ۔ تیسرا دفع وہم جو مدلول لکن کا۔ چوتھا وہ مضمون جس سے وہم سابق دفع کیا جائے، جو دائما لکن کے بعد ہی ہوا کرتا ہے۔ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ میں ایک تو کلام سابق ہے اور وہ ہے وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ، دوسرا وہم ناشئ جو اُوپر بیان کیا گیا ہے۔ تیسرا لکن، چوتھا مایدفع بہ الوھم یعنی شُبِّهَ لَهُمْ کا مضمون۔ ناظرین پر واضح ہو گیا کہ امروہی صاحب شمس بازغہ لکھنے کے ایام میں بوجہ اس کے کہ حق کے مقابلہ میں کھڑے ہو کر تحریف کر رہے ہیں، مخبوط الحواس والعقل ہو گئے ہیں یا ان کا کمال علمی یہ کچھ ہے جو نئے نئے رنگ دکھلا رہا ہے۔ کاش شمس الہدایت کسی محقق عالم سے پڑھ لیتے تو رسوائی سے محفوظ رہتے۔"[29] نحوی استدلال کرتے ہوئے پیر صاحب نے امروہی صاحب کی کم عقلی بنا پر طنز بھی کرتے ہیں اور جواب دیتے ہیں کہ لکن سے وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ کا دفع وہم کیا گیا ہے، جو کلام سابق ہے، تشبیہ کی بات تو لکن کے بعد کی گئی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے شبیہ مقتول بالصلیب ہوئے نہ کہ خود عیسیٰ ابن مریم۔

## اسرائیلیات سے استدلال واجتناب

امروہی صاحب نے آیت بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ[30] سے بزعمِ خود رفعِ مسیح ابن مریمؑ الی السماء بجسد عنصری بعینہٖ کی بجائے رفع روحانی کو ثابت کرنے کی بے سود کوشش کی تو پیر صاحبؒ اس کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: "پھر یہ بتائیں کہ کہاں ہے توریت کا حکم جو کوئی بذریعہ صلیب قتل کی جاوے وہ ملعون عنداللہ ہو گا خواہ بے گناہ ہی ہو۔ کیا مقتول بغیر الحق خواہ پتھر سے ہو یا تلوار سے یا صلیب وغیرہ اسباب قتل سے، شہداء میں بموجب احکام توریت و قرآن مجید کے داخل نہیں؟ یا کوئی مؤمن بہ کتبِ سماویہ اس کا انکار کر سکتا ہے؟ ہر گز نہیں۔ مرزا جی کو بمع چیلوں چانٹوں اپنے کے آیت تورات کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا صرف آیت 23 (کیونکہ جو پھانسی دیا جاتا ہے خدا کا ملعون ہے) کے ظاہر پر نظر ہے۔ اگر آیت 22 پڑھ کر تدبر فرماویں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم ہر ایک مسلوب کے لیے نہیں بلکہ خاص اُس شخص کے لیے ہے جو کسی جُرم کی سزا میں پھانسی دیا گیا۔ بائیسویں اور تیئیسویں آیات یہ ہیں: "اور اگر کسی نے کچھ ایسا گناہ کیا ہو جس سے اُس کا قتل واجب ہو اور وہ مارا جاوے اور تو اسے درخت میں لٹکا دے۔ تو اس کی لاش رات بھر لٹکی نہ رہے بلکہ تُو اُسی دن

---

[29] پیر مہر علی شاہ، سیف چشتیائی، 134۔

[30] النساء 4:158۔

اسے گاڑ دے۔ کیونکہ جو پھانسی دیا جاتا ہے خدا کا ملعون ہے۔"[31] پیر صاحب نے مرزائیوں کی دلیل جو اسرائیلیات سے ہے، کی وضاحت فرمائی کہ توریت کی صرف بائیسویں آیت کو نہ لیں بلکہ تیئیسویں آیت کو بھی سامنے رکھیں تو اس سے ظاہر ہے کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام فی الواقع غیر مجرم تھے تو بناء بر واقع ما قبل "بل" یعنی قتل اور مابعد اس کے یعنی رفع اعزاز میں تنافی اور تضاد بالکل نہیں ہوتا بلکہ اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مقتول غیر مجرم عند اللہ معزز ہوا۔ یہاں پیر صاحب نے مرزائیوں کی دلیلِ اسرائیلیات سے ہی اُن کی تردید فرمائی ہے۔ ایک اور جگہ امروہی لکھتے ہیں کہ "اگر آپ کے نزدیک اُسی قبر میں دفن کیے گئے جس میں سے عیسائیوں نے تیسرے روز نکالا۔ تو سوال یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کا رفع آسمان پر اور القاء شبہ حواریوں موجودین نے بچشم خود دیکھا تھا۔ تو باوجود معائنہ ان تماشہائے عجیب و غریب کے پھر اُس لعش شبیہ کو کس غرض سے قبر میں سے نکال لیا۔؟"[32] پیر صاحب اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ "روایات اناجیل کے مطابق جو ایک واقعہ ہوا ہے، اُس میں موئے شگافی یا دریافت اُن لوگوں سے کرنی چاہیے جو کہ بر خلاف آیات قرآن کریم کے انھی روایات کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ ہم کو تو قرآن کریم سے اتنا ہی پتہ ملا کہ مسیح مقتول و مصلوب نہیں ہوا، کوئی اور شخص تھا۔ رہا کہ وہ شخص کون تھا، کیا نام تھا، لاش اُس کی کہاں ہے۔ اور کس غرض سے نکالی گئی۔ سو اِن امور کے متعلق قرآن کریم اور سنت نبویہ نے کوئی بحث نہیں کی بغیر اثر ابن عباس رضی اللہ عنہ کے، سو وہ بھی مجمل۔ لہٰذا ہم کو بھی ان امور سے کوئی غرض نہیں۔ "[33] یہاں پیر صاحب اسرائیلیات سے اجتناب کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ جب قرآن و حدیث ہمارے پاس واضح طور پر عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے بارے میں موجود ہیں تو ان کے بر خلاف اسرائیلیات میں پڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جو کچھ قرآن نے بیان کیا اُسی پر ہی ایمان و اعتقاد ضروری ہے۔

### اُصولِ حدیث سے وضاحت

حدیث يدفن عيسىٰ ابن مريم مع رسول الله ﷺ وصاحبيه فيكون قبره رابعاً[34] جس کو امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اخراج کیا ہے۔ اس پر امروہی صاحب نے درج ذیل خدشات ظاہر کیے ہیں: (i) ۔ معارض ہے دوسری روایت کے جو عمدۃ القاری از عینی میں لکھی ہے قيل يدفن في الارض المقدسة پس بحکم اذا تعارض تسقطا کے ساقط الاعتبار ہوویں گی۔ (ii) ۔ يدفن معه وفي قبري کے کیا معنی ہیں۔ معیتِ زمانی بھی لزوم کذب کی وجہ سے مراد نہیں ہو سکتی اور معیتِ مکانی بھی دور از عقل و نقل ہے کہ آنحضرت ﷺ کا مزار شریف اُکھاڑ دیا جائے اور عیسیٰؑ آپ ﷺ کی قبر میں دفن کیے جاویں۔ اور اگر معہ اور لفظ قبری سے بتاویل بعید آپ ﷺ کا مقبرہ مراد لیا جاوے تو

---

[31] پیر مہر علی شاہ، سیف چشتیائی، 97۔

[32] مولوی احسن امروہی، شمس بازغہ، 68۔

[33] پیر مہر علی شاہ، سیف چشتیائی، 143۔

[34] ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ، الجامع الصحیح البخاری (کراچی: قدیمی کتب خانہ)، 2: 709۔

معارض ہے حدیث ذیل سے: قالت لما قبض رسول الله ﷺ اختلفوا فی دفنه فقال ابو بکر سمت من رسول اللهﷺ شیئاً قال ماقبض الله نبیا الا فی الموضع الذی یحب ان یدفن فیه ادفنوه فی موضع فراشه[35]۔ اخیر کا فقرہ چاہتا ہے کہ عیسیٰؑ موضع فراش اپنے مدفون ہوں۔ اور ظاہر ہے کہ موضع فراش عیسیٰؑ کا آنحضرت ﷺ کا روضہ تو نہیں تھا۔ لہٰذا یہ حدیث روضہ رسول ﷺ میں مدفون ہونے مسیح ابن مریم سے مانع ہے"[36]۔ پیر صاحبؒ ان خدشات کی تردید اُصول حدیث کی روشنی میں یوں فرماتے ہیں کہ "قیل یدفن والی روایت، جس کے ضعیف ہونے پر لفظ "قیل" دال ہے، بخاری کی روایت کو معارض نہیں ہو سکتی، کیونکہ معارضہ میں تساوی شرط ہے۔ اگر امروہی صاحب کی طرح کہا جاوے کہ بخاری کی روایت کو آیت وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ الخ [37] معارض ہے۔ تو جواباً معروض ہے کہ اس آیت کا مفاد یہ ہے کہ منعم علیہم باہم برزخی رفاقت رکھتے ہیں۔ اس کا ہم کب انکار کرتے ہیں اور ہم کو مضر بھی نہیں۔ ہاں آیت کا مطلب اگر یہ ہوتا کہ منعم علیہم کا ایک دوسرے کے جوار میں مدفون ہونا نہیں ہو سکتا تو البتہ آیت مذکورہ معارض ہوتی بخاری کی حدیث کی۔ واین ھٰذا من ذاک اور مراد معی سے آنحضرت ﷺ کا مقبرہ ہے۔ ترمذی کی حدیث مذکور بخاری کی روایت کو بوجہ عدم تساوی وضعیف ہونے کے معارض نہیں ہو سکتی۔ وقال غریب وفی اسناده عبد الرحمٰن بن بکر الملیکی یضعف من قبل حفظه (ملا علی قاری شرح مشکوٰۃ)۔ اور بالفرض اگر تساوی دونوں روایتوں کا مانا بھی جاوے تو بھی ترمذی کی حدیث معارض نہیں ہو سکتی بلکہ مؤید ہے۔ کیونکہ ماقبض الله نبیا الا فی الموضع الذی یحب سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر نبی کو اُس کی مرغوب جگہ میں مقبوض فرماتا ہے اور آنحضرت ﷺ کو چونکہ موضع فراش محبوب تھا جس میں تنہا ہو کر شاغل بحق ہوتے تھے۔ لہٰذا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ادفنوه فی موضع فراشه اور عیسیٰ ابن مریمؑ کو کیا بلکہ ہر ایک مسلمان کو، بغیر فرقہ مرزائیہ کے، چونکہ مقبرہ آنحضرت ﷺ کا ہی محبوب ہے، لہٰذا بحکم اسی حدیث ترمذی کے ان کو آنحضرت ﷺ کے مقبرہ طیبہ میں مدفون ہونا چاہیے۔ مؤید کو معارض سمجھنا آپ ہی کا کمال ہے۔"[38] امروہی صاحب نے بخاری کی حدیث جو عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی قبر جو کہ آنحضرت ﷺ کے مقبرہ میں ہوگی کو عمدۃ القاری کی حدیث سے تعارض کی بناپر ساقط الاعتبار ٹھہرایا ہے۔ پیر صاحب نے اُصول حدیث کی روشنی میں امروہی صاحب کے اعتراضات (تعارض حدیث) کی تردید فرمائی ہے کہ علامہ عینی کی "قیل یدفن والی روایت، جس کے ضعیف ہونے پر لفظ "قیل" دال ہے جو کہ بخاری کی روایت کو معارض نہیں ہو سکتی کیونکہ معارضہ میں تو تساوی شرط ہے۔ اس

---

[35] نورالدین علی بن سلطان محمد ہروی حنفی، مرقاۃ المفاتیح (ملتان: مکتبہ امدادیہ)، 242:11

[36] امروہی، شمس بازغہ، 130۔

[37] النساء 4:69۔

[38] پیر مہر علی شاہ، سیف چشتیائی، 149۔

لیے یہاں تعارض کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ امروہی صاحب کا دوسرا خدشہ کہ حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام کا یدفن معه وفی قبری کے مطابق روضہ رسول ﷺ میں مدفون ہونا دوسری حدیث کے الفاظ "موضع فراشه" سے معارض ہے۔ پیر صاحب نے اُصول حدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائی کہ یہ دونوں احادیث ایک دوسرے کے معارض ہونے کی بجائے مؤید ہیں لیکن امروہی صاحب کی فہم بھی کمال کی ہے کہ وہ مؤید کو معارض سمجھتے ہیں۔ قادیانیوں کی چال بازی یہی ہے کہ قرآن وحدیث میں تحریف اور تشکیک پیدا کرکے مسلمانوں کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔

## احتمالات کی وضاحت و تردید

بعض اوقات فریق مخالف کی دلیل سے مزید کوئی اور احتمال بھی ہو تو اس کی وضاحت بھی خود فرمادیتے ہیں۔ جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے "اگر امروہی صاحب کی طرح کہا جاوے کہ بخاری کی روایت کو آیت وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ الخ معارض ہے، توجواباً معروض ہے کہ اس آیت کا مفاد یہ ہے کہ منعم علیہم باہم برزخی رفاقت رکھتے ہیں۔"

## نتیجہ خیزی

پیر صاحبؒ ابحاث کی وضاحت کے بعد "الغرض، الحاصل، ناظرین خدارا انصافے، ناظرین پر واضح ہو چکا ہے کہ، جاننا چاہیے کہ، ناظرین اس دھوکے سے مطلع ہو جاویں اور نتیجہ یہ نکلا کہ" جیسے الفاظ کہہ کر خلاصہ کلام و نتیجہ بحث پیش فرماتے ہیں۔کتاب کے اختتام پر فرماتے ہیں کہ "بعض مقامات پر ہمارے ترکی بہ ترکی جوابات پر امید ہے کہ آپ خفانہ ہوں گے۔ کیونکہ بسم اللہ آپ ہی سے ہوئی ہے۔ آئندہ "یار زندہ صحبت باقی" مطمئن رہیں۔"

## خلاصہ بحث

پیر مہر علی شاہ کی تصنیف "سیفِ چشتیائی یعنے حجۃ اللہ البالغۃ علی الشمس البازغۃ و اصلاح الفصیح لاعجاز المسیح" کے عنوان سے ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی کی اعجاز المسیح اور مولوی احسن امروہی کی شمس بازغہ کے نقد پر لکھی گئی۔ اس میں اپنائے گئے اُسلوب سے متعلق اس مقالے کی بحث سے واضح ہے کہ آپ نے قادیانیوں کے اعتراضات کو "قولہ" اور اپنے جوابات کو "اقول" لکھ کر ترکی بہ ترکی جوابات دیے ہیں۔ لغوی، صرفی، نحوی، منطقی، تمثیلی اور تحقیقی طرزِ استدلال اپنایا ہے۔ تعارض حدیث کی اُصول حدیث سے وضاحت کی ہے۔ فریق مخالف نے جن مصادر سے اپنے دعوے کی دلیل پکڑی ہے پیر صاحب نے اُنھی کی دلیل سے ہی علمی، منطقی اور تحقیقی طور پر اُن کی تردید کی ہے۔ اسلوب و منہج میں معارضہ بالقلب کرتے ہیں اور سوال وجواب کا طرز اپناتے ہیں۔ "قولہ" سے قادیانیوں کے دلائل رقم کرکے "اقول" سے ان کی تردید فرماتے ہیں ۔ادب الاختلاف سامنے رکھتے ہوئے مد مقابل کا مکمل طور پر احترام ملحوظ رکھتے ہیں۔مدمقابل کی دلیل سے ہی استدلال کرتے ہیں اور غیر منطقی استدلال کا جواب نہیں دیتے ۔ مد مقابل کی تحریفِ قرآن وحدیث پر شدید نقد کرتے ہیں۔